تحریر: پروفیسر کے ایس راما کرشنا راؤ

مترجم: عزیز الدین خضری

محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر اسلام

پروفیسر کے ایس راما کرشنا راؤ کا یہ مضمون اس سے قبل بھی اردو میں منتقل ہو کر شائع ہو چکا ہے، البتہ زیر نظر ترجمہ اس کی بہ نسبت زیادہ سلیس بھی ہے اور مکمل بھی، اس بنا پر اسے شائع کیا جا رہا ہے۔ ادارہ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ اور قرآن کریم کی حقانیت سے متعلق دنیا بھر میں جس قدر مواد پھیلا ہوا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ آپ ﷺ کی ذات پاک پر اور اس کے ہر پہلو پر جتنا لکھا جا چکا ہے، لکھا جا رہا ہے اور لکھا جاتا رہے گا، اس سے آپ ﷺ کے محاسن میں کوئی اضافہ نہ ہوگا کیونکہ وہ اتنے اعلیٰ و ارفع ہیں کہ ان کا کلی طور پر احاطہ کرنا بشری استطاعت اور زورِ قلم سے وراء الوراء ہے۔ آپ ﷺ پر مسلم، غیر مسلم، دوست، دشمن سب ہی نے لکھا ہے۔ کٹر سے کٹر دشمن اور نقاد آپ کے کردار کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکا۔ آپ ﷺ کی جو تعریف ربِ کائنات نے کر دی ہے، اس سے بڑھ کر کس میں طاقت ہے کہ کر سکے۔ البتہ انسانوں کی طرف سے جو بھی کہا جائے، لکھا جائے وہ صرف اللہ تعالیٰ کے قول وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کے مظاہر ہیں۔ ہندوستان کی ریاست میسور کے ایک غیر مسلم پروفیسر کے ایس راما کرشنا راؤ جو مہارانی آرٹس کالج برائے طالبات کے شعبۂ فلسفہ کے سربراہ اور ریڈر رہے ہیں، ان کا انگریزی میں ایک مضمون پڑھ کر دل چاہا کہ اُردو داں بھی اس سے استفادہ کریں، لہٰذا قلم برداشتہ اس کا ترجمہ پیش ہے۔ مضمون کی خوبی کا قارئین خود اندازہ کر لیں کہ اس لئے اس پر تبصرہ طوالت کا باعث ہوگا۔ البتہ ایک وضاحت ضروری سمجھتا ہوں۔ یہ مضمون چونکہ ایک غیر مسلم کا تحریر کردہ ہے جو برگزیدہ ہستیوں کے اسمائے گرامی کے ساتھ دعائیہ کلمات نہیں لکھتے، مضمون کی اصلیت کو برقرار رکھنے کی خاطر مترجم نے بھی ان کلمات کا اضافہ نہیں کیا حالانکہ ہر بار رسول مقبول کے نام نامی یا اس کی ضمیر لکھتے وقت صلی اللہ علیہ وسلم ضرور کہا ہے اور اسی طرح صحابۂ کرام کے اسمائے گرامی آنے پر ہر ایک کے اسم مبارک کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ قارئین سے گزارش ہے کہ وہ بھی ایسا ہی کریں کہ باعث ثواب ہے اور ان ہستیوں کے ساتھ ہمارے قلبی لگاؤ اور احترام کا تقاضا بھی۔ ترجمہ کرتے وقت اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ مصنف کے الفاظ کا ترجمہ کیا جائے، اِلّا یہ کہ جہاں ناگزیر ہو نفسِ مضمون کو پیش نظر رکھتے ہوئے مفہوم واضح کیا جائے۔ مترجم

o\Alser

محمد صحرائے عرب میں مسلم مؤرخین کے بموجب ۲۰ اپریل ۵۷۱ ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ اس نام کے معنی "بہت زیادہ قابل تعریف" کے ہیں۔ وہ میرے نزدیک عربستان کے تمام سپوتوں میں سب سے بڑھ کر دانش مند ہیں۔ وہ اس سرخ ریت کے نا قابل نفوذ ریگزار میں تمام شاعروں اور شاہوں سے، خواہ وہ ان سے پہلے یا بعد میں گزرے ہوں، کہیں زیادہ سربلند ہیں۔ آپ کے ظہور کے وقت عرب ایک ریگزار کے سوا کسی شمار میں نہ تھا۔ صحرا کی بے مایہ سرزمین کو محمد کی عظیم شخصیت نے ایک نئی دنیا میں بدل کر رکھ دیا، نئی زندگی، نئی ثقافت، نئی تہذیب اور ایک نئی سلطنت جو مراکش سے لے کر جزائر غرب الہند تک وسیع تھی نیز تین براعظموں ایشیا، افریقہ اور یورپ میں بسنے والوں کی سوچ اور زندگیوں میں نہایت خوشگوار تبدیلی پیدا کردی۔ جب میں نے پیغمبر محمد پر کچھ لکھنے کا سوچا تو قدرے ہچکچاہٹ محسوس کی، اس لئے کہ یہ اس مذہب کے بارے میں لکھنا تھا جس پر میں خود عمل پیرا نہیں، علاوہ ازیں یہ ایک نہایت نازک معاملہ بھی ہے، کیونکہ بہت سے لوگ الگ الگ مذاہب کے ماننے والے اور ایک ہی مذہب میں بھی مختلف مکتبہ ہائے فکر اور مسالک کے حامل ہوتے ہیں۔ بسا اوقات یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ مذہب کلی طور پر ایک ذاتی معاملہ ہے جبکہ اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس میں تمام کائنات، محسوس اور غیر محسوس کو سمیٹ لینے کی صلاحیت ہے۔ یہ کسی نہ کسی طرح بعض اوقات یا ہمیشہ ہمارے دلوں، روحوں، دماغوں، ان کے شعوری، غیر شعوری اور جو کوئی بھی حصے ہیں یا ہو سکتے ہیں، ان میں سرایت کر جاتا ہے۔ مسئلے کی اہمیت اس وقت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے جب یہ احساس ہو کہ ہمارا ماضی، حال اور مستقبل ایک نہایت نرم و نازک ریشمی دھاگے سے بندھا ہے۔ اگر ہم بہت زیادہ حساس واقع ہوئے ہوں تو ہمارے دائرۂ عمل کے مراکز ایک قسم کی ہیجانی کیفیت سے دوچار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اس مطمح نظر سے دیکھنے پر کسی دوسرے کے مذہب کے بارے میں جس قدر کم کہا جائے اسی قدر بہتر ہے۔ چاہئے تو یہی کہ ہمارا مذہب ہمارے خانۂ دل کے گوشے میں چھپا ہوا اس مضبوطی سے پوشیدہ رہے کہ مہر لب نہ ٹوٹے۔

لیکن اس مسئلے کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے۔ انسان معاشرے میں رہتا ہے۔ ہماری زندگیاں ایک دوسرے سے چاہے بغیر چاہے، براہ راست یا بالواسطہ منسلک ہیں۔ ہم اس سرزمین کا پیدا شدہ اناج کھاتے، اس کے چشمے سے پانی پیتے اور اس کی فضا میں سانس لیتے ہیں۔ باوجود اپنے عقائد پر سختی سے عمل پیرا رہتے ہوئے، کسی اور مقصد کیلئے نہیں، بلکہ صرف اپنے گرد و پیش کے ماحول کی ہم آہنگی کی خاطر، یہ بہتر ہوگا کہ ہم کسی حد تک یہ جانیں کہ ہمارے پڑوسی کا ذہن کس بات سے تاثر قبول کرتا ہے اور کس جذبہ محرکہ کے تحت

عمل پیرا ہوتا ہے۔اس زاویہ نگاہ سے خلوص نیت کے ساتھ یہ نہایت ضروری ہے کہ ہم ذہنی ہم آہنگی کے لئے اور اپنے قریب اور دُور کے پڑوس میں باہمی یگانگت کے فروغ کی خاطر دنیا کے سارے مذاہب کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔

مزید یہ کہ ہمارے خیالات جیسا کہ وہ سطحی طور پر نظر آتے ہیں اس قدر پراگندہ بھی نہیں ہیں وہ ایک ٹھوس شکل میں چند مرکزی نکات کی حیثیت سے دنیا کے بڑے مذاہب اور مروجہ اعتقادات کی صورت میں ظاہر ہوئے ہیں، جو ہمارے اس کرۂ ارض پر بسنے والے لاکھوں انسانوں کی زندگیوں کو متاثر کرتے ہیں۔ ایک طرح سے یہ ہمارا فریضہ ہے، اگر ہمارے سامنے کبھی بھی اس دنیا کے شہری بننے کا کوئی نقشہ ہے تو ہمیں دنیا کے بڑے مذاہب اور نظریات کا جنھوں نے انسانوں کے ذہنوں پر حکمرانی کی ہے، جاننے کی تھوڑی کوشش کرنا چاہئے۔

ان تمہیدی گزارشات کے باوجود، مذہبی میدان کی سطح پر جہاں عقل اور جذبات کے درمیان کشمکش رہتی ہے، اس قدر مخدوش ہے کہ یہ مقولہ ذہن میں بار بار گردش کرتا ہے کہ احمق وہاں کود پڑتے ہیں جہاں فرشتے پر نہیں مارتے۔ دوسرے نقطۂ نظر سے یہ مسئلہ بہت پیچیدہ بھی ہے۔ میری تحریر کا موضوع ایک ایسے مذہب کے عقائد کے بارے میں ہے جو تاریخی ہے اور اس کا پیغمبر بھی ایک تاریخی شخصیت ہے۔ سر ولیم میور جیسا مخالف نقاد بھی قرآن کے بارے میں کہنے پر مجبور ہے کہ ''دنیا میں اغلباً چودہ صدیاں گزرنے کے بعد کوئی دوسری کتاب اس قدر بے داغ متن کے ساتھ موجود نہیں۔'' میں تو یہ اضافہ بھی کرنا چاہوں گا کہ پیغمبر محمد ایک ایسی تاریخی شخصیت ہیں جن کی زندگی کا ہر واقعہ نہایت احتیاط سے، چھوٹی سے چھوٹی تفصیل کے ساتھ بعینہ آنے والی نسلوں کے لئے محفوظ کر لیا گیا ہے۔ ان کی زندگی اور کارنامے کسی قسم کی پراسراریت کی لپیٹ میں نہیں ہیں۔ کسی کو ان کے بارے میں مصدقہ تفصیلات کے حصول کے لئے دشوار گزار راستوں پر چلنے اور چھان پھٹک کر سچائی کی تلاش میں سرگرداں رہنے کی ضرورت نہیں۔

میرا کام یوں مزید آسان ہو گیا ہے کہ وہ دن ہوا ہوئے جب نقاد سیاسی اور دوسرے مقاصد کے حصول کے لئے اسلام کو غلط طور پر مطعون کرتے تھے۔ پروفیسر بیون ''کیمبرج قرونِ وسطیٰ کی تاریخ'' میں رقم طراز ہے ''محمد اور اسلام کے بارے میں انیسویں صدی سے قبل یورپ میں شائع ہونے والا تمام کا تمام مواد ادبی بددیانتی پر مبنی ہے۔'' میرا مسئلہ اس ایک موضوعی تصنیف کا اور زیادہ آسان ہو گیا کیونکہ اب ہمیں بالعموم اس قسم کی تاریخ مہیا نہیں کی جا رہی ہے کہ ہمیں اسلام کے بارے میں پیش کردہ غلط بیانیوں کی نشان دہی کرنے میں زیادہ وقت کھپانا پڑے۔ مثال کے طور پر اسلام اور تلوار کا مفروضہ اب کسی معتمد حلقے کی

طرف سے سننے میں نہیں آتا۔ اسلام کا اصل الاصول کہ دین میں کوئی جبر و اکراہ نہیں، اب بخوبی جانا پہچانا ہے۔ گبن ایک مشہور عالم مؤرخ کہتا ہے" مسلمانوں کے خلاف یہ ایک تباہ کن بہتان ہے کہ تمام مذاہب کا تلوار کے زور پر قلع قمع ان کے فرائض میں داخل ہے" یہی ممتاز مؤرخ کہتا ہے کہ " مسلمانوں پر اجڈ پن اور کٹر پن کا اتہام قرآن اور مسلم فاتحین کی تاریخ سے، ان کی عیسائی عبادات کی کھلی اور قانونی رواداری سے از خود رد ہو جاتا ہے" محمد کی زندگی کی سب سے بڑی کامیابی محض اخلاقی قوت سے، بغیر تلوار کی ایک ضرب کے حاصل ہوئی۔

وہ عرب جو معمولی اشتعال پر چالیس سال تک محض اس بات پر برسرِ پیکار رہتے کہ ایک قبیلے کی چراگاہ کو دوسرے قبیلے کے مہمان کے اونٹ نے پامال کر دیا۔ دونوں فریق یہاں تک لڑتے تھے کہ ان کے ستر ہزار افراد تک اپنی جانیں کھو بیٹھتے کہ دونوں قبیلوں کا وجود ہی معرضِ خطر میں جا پڑتا تھا، ایسے ہی متشدد عربوں کو اسلام کے پیغمبر نے صبر و نظم کا ایسا سبق پڑھایا کہ وہ میدانِ کارزار میں بھی سربسجود رہتے تھے۔ پیہم کوششوں کے باوجود جب مفاہمت کی تمام راہیں مسدود ہو گئیں تو حالات ایسے پلٹے کہ آپ کو میدان جنگ میں، جہاں پیغمبر اسلام نے جنگ کی ساری حکمت عملی ہی بدل کر رکھ دی، محض مدافعت کی خاطر اترنا پڑا۔ ان تمام جنگوں میں جو آپ کی زندگی میں لڑی گئیں، جبکہ سارا جزیرہ نمائے عرب آپ کے زیرِ نگیں تھا، مجموعی طور پر ہلاکتوں کی تعداد کسی صورت میں چند سو سے زیادہ نہ بڑھی۔ آپ نے عرب کے غیر مہذب لوگوں کو عین گھمسان کی جنگ میں تنہا نہیں بلکہ جماعت کے ساتھ قادرِ مطلق کے حضور نماز ادا کرنا سکھایا۔ جب نماز کا وقت آ جاتا، اور یہ دن میں پانچ بار آتا، جماعت سے ادائیگی چھوڑی جاتی اور نہ ملتوی کی جاتی۔ ایک گروہ اللہ کے سامنے سربسجود ہوتا جبکہ دوسرا دشمن سے مقابلے میں مصروف رہتا، نماز کی ادائیگی میں ایک جماعت دوسرے کی جگہ لے لیتی۔

جاہلیت کے دور میں میدان جنگ میں انسانی اقدار قائم کی گئیں، خیانت، چوری، عہد شکنی، مثلہ کرنے، معصوم بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کو قتل کرنے، کھجور کے درختوں کو کاٹنے، جلانے، پھلدار درختوں کو کاٹنے، راہبوں اور عبادت میں مصروف افراد پر دست درازی کرنے کے خلاف سخت ہدایات جاری کی گئیں۔ آپ کا طرزِ عمل اپنے بدترین دشمنوں کے ساتھ اپنے پیروکاروں کے لئے نہایت عمدہ مثال تھی۔ فتح مکہ کے وقت آپ اقتدار کے عروج پر تھے۔ جس شہر نے آپ کو اپنے مفوضہ فریضے سے متعلق آپ کی بات سننے سے انکار کر دیا، جس نے آپ کو اور آپ کے متبعین کو اذیتیں دیں، جس نے آپ کو اور آپ کے لوگوں کو دربدر کیا، اور جس نے مسلسل بے رحمانہ آزار پہنچانے میں کسر نہ اٹھا رکھی، اس کے باوجود کہ آپ ایک ایسی جگہ جو دو سو میل دور تھی، ہجرت کر چکے تھے، مقاطعہ کر کے رسد کے سارے راستے مسدود کر دیئے، وہ شہر آج آپ کے

قدموں تلے تھا۔ جبکہ جنگ کے اصولوں کے تحت آپ بجا طور پر ان مظالم کا جو آپ پر اور آپ کے ساتھیوں پر ڈھائے گئے تھے، بدلہ لینے میں حق بجانب ہوتے۔ لیکن ان کے ساتھ آپ نے کیا برتاؤ کیا؟ محمد کا دل محبت اور شفقت سے بھر آیا اور آپ نے اعلان کر دیا۔ "آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں، تم سب آزاد ہو"۔

مدافعانہ جنگ کی اجازت دینے میں ان کا ایک خاص مقصد بنی نوع انسان کا اتحاد تھا اور جب یہ مقصد حاصل ہو گیا تو ان کے بدترین دشمن بھی معاف کر دیئے گئے یہاں تک کہ وہ بھی جنہوں نے ان کے چہیتے چچا حمزہ کو قتل کیا، ان کا مثلہ کیا، سینہ چاک کیا اور ان کے جگر کا ایک ٹکڑا چبایا۔

آفاقی اخوت کا اصول اور انسانی مساوات کا عقیدہ، جس کا انہوں نے اعلان کیا، انسان کے معاشرتی عروج میں محمد کا بہت بڑا عطیہ ہے۔ تمام بڑے مذاہب نے ان اصولوں کا پرچار تو ضرور کیا ہے لیکن پیغمبر اسلام نے اس نظریئے پر حقیقی عمل درآمد کر کے دکھایا۔ اس کی افادیت کا کلی طور پر اعتراف تو شاید کچھ عرصے بعد ہوگا جب بین الاقوامی شعور بیدار ہوگا، نسلی عصبیتیں ختم ہو جائیں گی اور انسانیت کے عالمگیر بھائی چارے کا طاقتور نظریہ معصۂ شہود پر ابھرے گا۔

سروجنی نائیڈو اسلام کے اس پہلو پر بات کرتے ہوئے کہتی ہیں "یہ پہلا مذہب تھا جس نے جمہوریت کا اعلان کیا اور اس پر عمل درآمد کیا، مثلاً مسجد میں جب اس کے میناروں سے آواز بلند ہوتی ہے اور عبادت گزار ایک ساتھ جمع ہوتے ہیں، اسلام کی جمہوریت دن میں پانچ بار آشکارا ہوتی ہے، کسان اور شاہ پہلو بہ پہلو "صرف اللہ بڑا ہے" کا اعلان کرتے ہیں"۔ ہندستان کی عظیم شاعرہ مزید کہتی ہے "میں بارہا اس بلاتفریق اتحاد کے مظاہرے سے کہ انسان جبلی طور پر بھائی بھائی ہیں، متاثر ہوئی ہوں، خواہ آپ ایک مصری، الجیریائی، ہندستانی یا ترک سے لندن میں ملیں، کیا فرق پڑتا ہے کہ مصر اس کا اور ہندستان دوسرے کا وطن ہے"۔ مہاتما گاندھی نے اپنے منفرد انداز بیان میں کہا "کوئی کہتا ہے کہ یورپین جنوبی افریقہ میں اسلام کے عروج سے خوف زدہ ہیں، وہ اسلام جس نے اسپین کو مہذب بنایا، وہ اسلام جو روشنی کی کرن مراکش تک لے گیا اور اس نے بھائی چارے کی کتاب کو ترویج دی، جنوبی افریقہ کے یورپین اسلام سے اس لئے ڈرتے ہیں کہ کہیں وہ گوری نسلوں سے برابری کا دعویٰ نہ کر بیٹھیں۔ بیشک اس سے وہ ڈریں۔ اگر بھائی چارہ ایک جرم ہے، اگر کالے کی مساوات سے ڈرتے ہیں، تب ان کا خوف حقیقی بنیادوں پر ہے"۔

ہر سال حج کے زمانے میں دنیا اسلام کے آفاقی رنگ و نسل کے امتیازات مٹانے والا لاجواب منظر دیکھتی ہے۔ نہ صرف یورپین، افریقی، ایرانی، ہندستانی، چینی سب کے سب ایک ساتھ مکہ میں ایک

ملوکی خاندان کے افراد کی حیثیت سے ملتے ہیں، لیکن وہ سب ایک لباس میں، بغیر سِلے سفید کپڑے کے دو ٹکڑے، ایک کمر کے گرد، دوسرا کندھوں پر ننگے سر بغیر کسی جاہ وحشم کے اظہار کے یہ دُہراتے ہوئے ''حاضر ہوں، اے میرے ربّ، تیرے حکم کے تابع، تو ایک ہے اور صرف ایک، میں حاضر ہوں''۔ اس طرح اونچ نیچ کے تمام امتیازات مٹ جاتے ہیں اور ہر زائر اپنے ساتھ اپنے گھر اسلام کی آفاقی اہمیت کا تأثر لے کر جاتا ہے۔ پروفیسر ہَرگرونیے کے الفاظ میں ''پیغمبر اسلام کا قوموں (قبائل) کے درمیان قائم کردہ اتحاد دِین المسلل یکجہتی اور انسانی اخوت کے حصول کے لئے ایسی عالمگیر بنیاد مہیا کرتا ہے جس کے ذریعے دوسری قوموں کو روشنی کی جانب رہنمائی ہوتی ہے''۔ وہ مزید کہتا ہے ''حقیقت یہی ہے کہ دنیا کی کوئی قوم اسلام کے مثل جمعیتِ اقوامِ عالَم (لیگ آف نیشنز) کے قیام کے حصول سے متعلق نظریہ پیش نہ کر سکی''۔

پیغمبر اسلام جمہوریت کی حکمرانی کو اس کی بہترین شکل میں لائے۔ خلیفہ عمر، خلیفہ علی ...... پیغمبر کے داماد، خلیفہ منصور عباسی ...... خلیفہ مامون کے بیٹے اور بہت سے دوسرے خلیفہ اور بادشاہ معمولی انسانوں کی حیثیت سے جج کے سامنے اسلامی عدالت میں پیش ہوئے۔ ہم سب کو معلوم ہے کہ آج بھی مہذب کہی جانے والی گوری اقوام کا سیاہ فاموں کے ساتھ کیسا برتاؤ ہے۔ لایئے تصور میں بلال کی حیثیت جو آج سے تقریباً چودہ سو سال قبل پیغمبر اسلام کے دور میں ایک حبشی غلام تھے۔ اسلام کے اولین دور میں نماز کے لئے مسلمانوں کو بلانے والے (مؤذن) کا مقام ایک امتیازی شان رکھتا تھا، اور یہ عہدہ اس حبشی غلام کو عطا کیا گیا تھا۔ فتح مکہ کے بعد پیغمبر نے اذان دینے کا حکم دیا اور یہ حبشی غلام اپنی سیاہ جلد اور موٹے ہونٹوں کے ساتھ حرمت والے کعبے کی چھت پر، جو عالَم اسلام میں تاریخی اور مقدس ترین تصور کی جاتی ہے، چڑھ جاتا ہے جبکہ کچھ مغرور عرب حقارت انگیز انداز میں چیخ اٹھے ''ہائے افسوس، یہ حبشی غلام، بُرا ہو اس کا! یہ کھڑا ہے مقدس کعبے کی چھت پر نماز کے لئے بلانے کو''۔ گویا ایک متکبرانہ اور تفاخر آمیز ہرزہ سرائی جسے مٹانے کا پیغمبر اسلام نے عزم کر رکھا تھا، آپ نے ایک وعظ ارشاد فرمایا ''ساری تعریفیں اللہ کے لئے اور شکر ہے اس کا کہ جس نے ہمارے اندر کی ساری برائیاں اور دورِ جاہلیت کے تکبر کو نکال پھینکا۔ اے لوگو! جان لو کہ انسان دو گروہوں میں منقسم ہیں۔ متقی اور اللہ سے ڈرنے والے ...... جو اللہ کی نظر میں معزز ہیں، اور حدود سے تجاوز کرنے والے اور سخت دل جو قابلِ ملامت اور اللہ کے نزدیک حقیر ہیں۔ سوائے اس کے تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم کو اللہ نے مٹی سے بنایا تھا''۔ جس کے بعد قرآن نے توثیق اور تائید اِن الفاظ میں کی ''اے انسانو! ہم نے تم کو ایک جوڑے مرد اور عورت سے پیدا کیا اور بنا دیا تم کو قوموں اور قبیلوں میں تا کہ تم

jo\Alsera

ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بالیقین تم میں اللہ کے نزدیک معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی اور اللہ سے ڈرنے والا ہے"۔

پیغمبر اسلام نے ایسی کایا پلٹ دی کہ معزز ترین اور نسلی اعتبار سے خالص ترین عربوں نے اپنی بیٹیاں نکاح کے لئے اس حبشی غلام کو پیش کیں اور جب کبھی بھی اسلام کے دوسرے خلیفہ عمر جو تا ریخ میں فاروق اعظم کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں ......امیر المؤمنین اس حبشی غلام کو آتے دیکھ لیتے فوراً احتراماً کھڑے ہو جاتے اور خوش آمدید کہتے ہوئے پکار اٹھتے "یہ آیا ہمارا سردار، یہ رہا ہمارا آقا!"

کتنا زبردست انقلاب برپا کیا، قرآن اور پیغمبر محمد نے عربوں میں جو اُس وقت زمین پر بسنے والوں میں مغرور ترین انسان تھے۔ یہی سبب ہے گوئٹے عظیم جرمن شاعر قرآن کے بارے میں کہہ اُٹھا "یہ کتاب تمام زمانوں میں زبردست برتری حاصل کرتی رہے گی"۔ اور اسی وجہ سے جارج برنارڈ شا کہتا ہے "اگر کسی مذہب کی حکمرانی آنے والے سو سال میں ممکن الوقوع ہے، انگلستان پر نہیں بلکہ یورپ پر ......تو وہ اسلام ہے"۔

یہی وہ اسلام کی جمہوری روح ہے جس نے عورتوں کو مردوں کی غلامی سے نجات دلائی۔ سر چارلس ایڈورڈ آرکیبالڈ ہملٹن کہتا ہے "اسلام انسانوں کو فطری طور پر ودیعت شدہ بے گناہی سکھاتا ہے، اور وہ بتاتا ہے کہ مرد اور عورتیں ایک ہی مادہ سے تخلیق ہوئیں، اُسی روح کی حامل ہیں اور مساوی صلاحیتوں سے اس طرح آراستہ ہیں کہ برابری کے ساتھ ذہنی، روحانی اور اخلاقی عروج حاصل کرسکیں"۔

عرب مضبوط روایت رکھتے تھے، وہی وراثت حاصل کرسکتا ہے جو نیزے سے ضرب لگا سکے اور تلوار بروئے کار لا سکے، لیکن اسلام صنف نازک کے حقوق کے علم بردار کی حیثیت سے نمودار ہوا اور عورتوں کو ان کے والدین کی وراثت کا حق دار بنایا۔ اس نے عورتوں کو صدیاں گزریں حق ملکیت دیا جبکہ بارہ صدیوں بعد ۱۸۸۱ء میں انگلستان نے، جو جمہوریت کا گہوارہ تصور کیا جاتا ہے، اسلام کے اس شعبے کا نفاذ کیا اور ایک قانون جو "شادی شدہ عورتوں کا ایکٹ" کہلاتا ہے پاس کیا، حالانکہ صدیوں پہلے پیغمبر اسلام اعلان کر چکے ہیں "عورتیں مردوں کے مساوی ہیں، عورتوں کے حقوق مقدس ہیں، عورتوں کو دیئے گئے حقوق کی پاسداری کرو"۔

اسلام یوں تو سیاسی اور معاشی شعبے سے تعلق نہیں رکھتا، البتہ جس حد تک سیاسی اور معاشی معاملات انسانی عمل پر اثر انداز ہوتے ہیں، یہ ضرور معاشی زندگی سے متعلق بہت اہم اصول مہیا کرتا ہے۔ پروفیسر میسگنان کے بموجب اسلام مبالغہ آمیز تضادات کے درمیان، ہمیشہ کردار سازی کی غرض سے، ایک

توازن قائم کرتا ہے جو تمدن کی بنیاد ہے۔ اُس نے اِسے محفوظ بنالیا اپنے قانونِ وراثت، مؤثر، نہ کہ خود اختیاری کارِ خیر کے ادارے کے قیام کے ذریعے، جسے زکوٰۃ کہتے ہیں، اور تمام ایسی سرگرمیوں کا سدِ باب کردیا جو معاشی معاملات جیسا کہ اجارہ داری، سُود خوری......بغیر محنت کے پہلے سے مقرر کردہ آمدنی اور اضافے کا حصول، بازار سے متعلق......ذخیرہ اندوزی اور قیمت بڑھانے کی خاطر اشیائے صرف کی قلت پیدا کرنے جیسے تمام معاملات کو غیر قانونی اور حسنِ معاشرت کے خلاف قرار دے کر، جُوا غیر قانونی ہے۔ مالی اعانت......اسکولوں کو، عبادت گاہوں کو، اسپتالوں کو، کنویں کھدوانا، یتیم خانے کھولنا وغیرہ، انتہائی نیکی کے کام ہیں۔ یتیم خانے، کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے پیغمبرِ اسلام کی تعلیمات کے تحت قائم ہوئے۔ دنیا یتیم خانوں کے ضمن میں اس پیغمبر کی احسان مند ہے جو خود یتیم پیدا ہوا تھا۔ کارلائل محمد کے بارے میں کہتا ہے "کتنے پیارے ہیں یہ کلمات......انسانیت کی طبعی پکار، راست بازی، مساوات و انصاف کے، جن کا بسیرا فطرت کے اس وارفتہ سپوت کے دل میں رہا۔"

علمِ تاریخ کے کسی ماہر نے کبھی کہا تھا کہ کسی بڑے آدمی کو تین معیارات پر پرکھنا چاہیے۔ کیا اُس کو اس کے ہم عصروں نے کسی خاص جوہر کا حامل فطری لگن کا پکا پایا۔ کیا وہ عظمت کی بنیاد پر اپنے زمانے کے معیارات سے بلند تر نظر آتا تھا؟ کیا اُس نے ایسی کوئی چیز چھوڑی جو اس کی دائمی میراث کے طور پر دنیا کے وسیع تر مفاد میں ہو؟

اس فہرست میں اضافہ کیا جاسکتا ہے جبکہ یہ تینوں عظمت کے معیارات واضح طور پر اعلیٰ ترین درجے تک پیغمبر محمد کے بارے میں پورے اترتے ہیں۔ آخری دو کی کچھ مثالیں پہلے ہی اوپر دی جاچکی ہیں۔

تینوں میں کا پہلا یہ ہے کہ کیا اُن کے ہمعصروں نے اسلام کے پیغمبر کو کسی خاص جوہر کا حامل فطری لگن کا پکا پایا؟

تاریخی حوالوں سے واضح ہے کہ محمد کے تمام ہم عصروں، دوستوں اور دشمنوں دونوں نے آپ کی معیاری خوبیوں، بے داغ دیانت و صداقت، اعلیٰ و ارفع صفات، مکمل خلوص اور اسلام کے رسول کی کارگاہِ حیات میں ہر قسم کے شک و شبہے سے بالاتر اور انسانی دائرۂ عمل کے ہر شعبے میں بتمام و کمال بے مثل امانت داری کے اوصاف کا اعتراف اور مکمل اعتماد کیا ہے۔ یہاں تک کہ یہودی اور جو آپ کے پیغام کو قبول نہیں کرتے آپ کو اپنے ذاتی تنازعات کے تصفیے کے لئے، آپ کی قابلِ رشک غیر جانبداری کے سبب، آپ کو حَکم قبول کرتے ہیں۔ وہ بھی جو آپ کے پیغام کو نہیں مانتے یہ کہنے پر مجبور ہیں "اے محمدا ہم آپ کو جھوٹا نہیں

o\Alser

کہتے مگر ہم اس کے انکاری ہیں جس نے آپ کو کتاب دی اور تلقین پر ابھارا۔ وہ آپ کو سحر زدہ گمان کرتے تھے انہوں نے آپ کے علاج کے لئے تعذد کا راستہ اختیار کیا جبکہ ان میں کے بہترین افراد نے محسوس کیا کہ آپ پر ایک نئی روشنی کا نزول ہوا ہے اور بصیرت حاصل کرنے کے لئے لپکے۔ پیغمبر اسلام کے تاریخی حالات کا یہ ایک نمایاں وصف ہے کہ ان کے قریبی رشتہ دار، چہیتے عم زاد اور جگری دوست ان کے مشن کی صداقت سے مکمل طور پر متاثر تھے اور ان پر حقیقی وحی الٰہی کا کلی اعتماد کرتے تھے۔ اگر یہ مرد و زن، شرفاء، زیرک، تعلیم یافتہ، آپ کی نجی زندگی سے بخوبی واقف کاروں کو دھوکہ، جعل یا دنیا داری کا خفیف سا شائبہ بھی ہوتا یا آپ پر پُرا عتمادی میں کمی محسوس کرتے تو محمد کی اخلاقی حالت درست کرنے کی امید، روحانی بیداری اور سماجی اصلاح کی خواہش پر پانی پھر جاتا اور ساری عمارت ایک لمحے میں تباہ و برباد ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی ہوتی۔ اسکے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے ساتھیوں کی وارفتگی نے انہیں رضا کارانہ طور پر اپنی زندگیوں کا رہنما تسلیم کرلیا۔ انہوں نے ان کی خاطر دلیرانہ اذیتیں اور خطرات برداشت کئے، وہ ایمان لائے، بھروسہ کیا، ان کی اطاعت کی اور ان کا اعزاز و اکرام کیا باوجود سخت جسمانی آزار اور انتہائی سخت ذہنی اذیت رسانی کے جو قبیلہ اور عبادات سے اخراج پر پیدا ہوئی حتیٰ کہ موت تک برداشت کی۔ کیا ایسا کہیں ہوسکتا تھا اگر انہوں نے اپنے رہنما میں ذرا سی خامی یا کجی دیکھی ہوتی؟

اسلامی عقیدہ اختیار کرنے والے اولین افراد سے متعلق تاریخی حقائق کا مطالعہ کرنے والوں کے دل ان مظالم پر جو ان بے گناہ مرد و زن پر کئے گئے، پگھل جائیں گے۔

سُمعیہ ایک معصوم عورت جو بھالا گھونپ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دی گئی۔ ایک مثال یاسر کی ہے جس کے پیر دو مخالف سمت میں اونٹوں سے باندھ کر ان جانوروں کو ہنکا دیا گیا۔ خباب بن ارت کو دہکتے کوئلوں پر لٹا کر بے رحم ظالم اپنے دونوں پیروں سے ان کے سینے پر کھڑا ہوگیا تاکہ وہ حرکت نہ کرسکیں اس طرح کہ ان کی کھال کے نیچے کی چربی پگھل کر بہہ نکلی، خباب بن عدی کو موت کے گھاٹ اس ظالمانہ طریقے سے اتارا گیا کہ ان کے جسم کا گوشت ٹکڑے ٹکڑے کرکے کاٹ ڈالا۔ اس اذیت رسانی کے دوران ان سے جب پوچھا گیا کہ کیا ان کی یہ خواہش نہیں کہ محمد ان کی جگہ پر ہوتے اور وہ اپنے گھر میں اپنے اہل خاندان کے ساتھ، تو انہوں نے چیخ کر کہا کہ وہ بخوشی اپنے آپ کو قربان کردینے پر راضی ہیں یہاں تک کہ اپنے خاندان اور بچوں کو بھی بہ نسبت اس کے کہ محمد کو ایک کانٹا چبھنے سے بچا سکیں۔ اس طرح کے بیسیوں دل ہلانے والے واقعات بیان کئے جاسکتے ہیں۔ لیکن یہ سب واقعات ظاہر کیا کرتے ہیں؟ ایسا کیوں تھا؟ ان بیٹوں، بیٹیوں نے نہ صرف اپنی

Alser

وفاداریاں اپنے پیغمبر پر نچھاور کر دیں بلکہ اپنے جسم، دل اور روحیں بھی آپ پر قربان کر دیں۔ کیا زبردست ایمان و یقین محمد کے قریبی جانثاروں کا ان کے اپنے مفوضہ مقصد سے خلوص اور انتہائی خود فراموشانہ انہماک اور لگن کی بیّن دلیل نہیں ہے۔ اور یہ افراد کسی معمولی حیثیت اور نچلی ذہنی صلاحیت کے حامل بھی تو نہ تھے۔ ان کے گرد نہایت شروع کے دور میں وہ جمع ہوئے تھے جو مکہ کے بہترین اور شریف ترین لوگ تھے، اس کے گل ہائے سر سَبد اور برگزیدہ صاحبِ حیثیت، بلند درجے کے مالک، دولت اور شائستگی میں سربرآوردہ ...... آپ کے اپنے جگر گوشۂ خاندان کے لوگ جو آپ کی زندگی کے ہر نشیب و فراز سے پوری طرح واقف تھے۔ چاروں اوّلین خلیفہ اپنی بلند شخصیات کے ساتھ اسی شروع کے دور میں حلقۂ بگوشِ ایمان ہوئے تھے۔

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا بتاتی ہے ''محمد تمام پیغمبروں اور مذہبی شخصیات میں کامیاب ترین ہیں''۔ مگر یہ کامیابی محض اتفاق کا ثمرہ نہ تھی اور نہ بیٹھے بٹھائے حاصل ہو گئی تھی۔ یہ حقیقت کا اعتراف تھا کہ آپ کو آپ کے ہم عصروں نے لگن کا پکا پایا تھا۔ یہ آپ کی قابلِ تعریف اور پُرکشش ہستی کا ثمرہ تھا۔

محمد کی شخصیت کا اس کے تمام پہلوؤں اور پوری صداقت کے ساتھ احاطہ کرنا بہت دشوار ہے۔ میں اس کی صرف ایک جھلک ہی پا سکا ہوں۔ کس قدر رنگا رنگوں اور حیرت زدہ کرنے والے مناظر یکے بعد دیگرے منظرِ شہود پر ابھرتے ہیں۔ یہ ہیں محمد ...... ایک پیغمبر، یہ ہیں محمد ...... سپہ سالار، محمد حکمران، محمد مجاہد، محمد تاجر، محمد مبلغ، محمد حکمت و دانش کے پیکر، محمد مدبر، محمد خطیب، محمد مصلح، محمد یتیموں کے ملجا، محمد غلاموں کے والی، محمد عورتوں کے نجات دہندہ، محمد منصف اور ایک برگزیدہ ہستی۔ اور ان تمام کارہائے منصبی میں شاندار نمونہ، ان سب ہی انسانی طرزِ عمل کے شعبوں میں آپ ایک بطلِ جلیل کی حیثیت سے نمایاں ہوئے۔

یتیمی کسمپرسی کی انتہا ہوتی ہے اور آپ کی زندگی اس کرۂ ارض پر اسی سے شروع ہوئی۔ بادشاہت مادّی قوت کی انتہا ہوتی ہے اور آپ کی زندگی اس پر تمام ہوئی۔ ایک یتیم سے مظلوم مہاجر پھر مقتدرِ اعلیٰ ...... روحانی اور مادّی، ساری قوم کے، ان کی قسمتوں کے فیصلے کرنے والے ...... تمام آزمائشوں اور ہر طرح کی تحریص کے ساتھ، اس کی تمام الٹ پھیر اور تبدیلیوں کے ساتھ، اس کی چمک دمک اور تیرگی، نشیب و فراز، اس کی دہشت اور شکوہ ...... آپ دنیا کی بھٹی سے بے ضرر رسیدہ سرخرو نکلے، ہر مرحلۂ زندگی میں ایک نمونہ، ایک مثال پیش کرتے ہوئے۔ آپ کے کارنامے زندگی کے کسی ایک پہلو تک محدود نہیں بلکہ انسانی زندگی کی ساری کی ساری کارگاہِ عمل کا احاطہ کرتے ہیں۔

اگر مثال کے طور پر عظمت کا مدار کسی قوم کی تطہیر و تزکیہ ہے، تو ظلم و تعدی کی پستی میں پڑے اور مکمل اخلاقی اندھیروں میں ڈوبے ہوئے، کہ وہ اولوالعزم ہستی جس نے ان کی کایا پلٹ دی، مہذب اور

سربرآوردہ کردی، پوری قوم، پستی میں دھنسے ہوئے، جیسا کہ عرب تھے اور انہیں تہذیب وعلم کا علم بردار بنادیا، یقیناً وہ ہستی ہر طرح سے عظمت کا استحقاق رکھتی ہے۔ اگر بڑائی معاشرے کے باہم متحارب افراد کو اُخوت اور کار خیر کے لئے مستعد کردینے میں ہےتو ریگستان سے ابھرنے والا پیغمبر بجا طور پر اس اعزاز کا حقدار ہے۔ اگر بڑائی کا دارو مدار حقارت آمیز توہُم اور ہر قسم کے ہلاکت خیز عملیات میں ڈوبے ہوؤں کی اصلاح میں ہےتو اسلام کے پیغمبر نے توہُم پرستی اور نامعقول خوف لاکھوں دلوں سے محو کردیا۔ اگر یہ بلند اخلاقیات کے مظاہرے میں ہےتو محمد کو دوست و دشمن نے الامین اور الصادق ......، قابل بھروسا اور حق گو تسلیم کیا ہے۔ اگر ایک فاتح بڑا آدمی ہے، تو یہ رہا ایک شخص جو بے سہارا، یتیم اور مسکین مخلوق سے ابھر کر عربستان کا حکمران بنا۔ خسرو و قیصر کا ہمسر، جس نے ایک عظیم الشان سلطنت قائم کی جو آج چودہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی قائم ہے۔ فرمانبرداری جو ایک رہبر و رہنما کو حاصل ہوتی ہے، اگر معیار ہے بڑائی کا تو پیغمبر کا نام آج بھی لاکھوں جانوں میں جو ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں، جادوئی اثر رکھتا ہے۔

انہوں نے ایتھنز یا روم کے اسکول میں، فارس، ہندستان یا چین میں فلسفہ نہیں پڑھا تھا اس کے باوجود وہ بنی نوع انسان کے لئے دائمی اقدار کی حامل بلند ترین صداقتوں کا اظہار کرسکے۔ خود اُمی، اس کے باوجود ایسی فصاحت اور تب و تاب سے بولتے کہ لوگوں پر وجد طاری ہوجاتا اور والہانہ آنسو بہہ نکلتے۔ پیدا ہوئے ایک یتیم، دنیاوی مال و متاع سے نہ نوازے گئے، پر ہر ایک کے محبوب تھے۔ کسی حربی علوم کی درسگاہ میں تعلیم حاصل نہیں کی مگر اپنی سپاہ کو انتہائی نامساعد حالات میں بھی اس طرح منظم کیا اور اخلاقی قوت سے جو خود انہی کی پیدا کردہ تھی، فتوحات حاصل کیں۔ نصیحت و فضیحت سے اپنا ہمنوا بنانے کا فن ودیعت کئے گئے افراد کم ہی ہوتے ہیں۔ ڈیکاٹ نے کامل واعظ ہونے کی صفت کو دنیا میں نادرالوقوع شمار کیا ہے۔ ہٹلر نے بھی اپنی ''مین کیمف'' میں ایسا ہی خیال ظاہر کیا ہے۔ وہ کہتا ہے ''ایک بڑا نظریاتی شخص کبھی کبھار ایک بڑا قائد ہوتا ہے۔ ایک انقلابی زیادہ اغلب ہے کہ ان خصوصیات کا حامل ہو، وہ ہمیشہ ایک بہتر قائد ہوگا کیونکہ قیادت کے معنی انسانوں کے مجمع میں حرکت پیدا کرنے کی صلاحیت ہیں۔ نظریات پیدا کرنے کی قابلیت کا قائدانہ صلاحیت سے کسی طور اشتراک نہیں ہے۔'' پھر بھی وہ کہتا ہے ''نظریات دینے والے، منظم کرنے والے اور رہنمائی مہیا کرنے والے کا ایک فرد میں مجتمع ہونا کرۂ ارض پر بہت شاذ ہے اگرچہ عظمت اسی میں مضمر ہے''۔ پیغمبر اسلام کی ہستی میں دنیا نے یہ نادرالوقوع کیفیت کرۂ ارض پر گوشت پوست کے ساتھ چلتی پھرتی دیکھ لی۔

اور اس سے کہیں زیادہ لاجواب تبصرہ وہ ہے جو تقدس مآب بوس ورتھ اسمتھ نے کیا ہے

''مملکت کا سربراہ اور چرچ کا بھی، وہ قیصر بھی تھا اور پوپ بھی، ایک ہستی ...... لیکن وہ پوپ تھا مگر بغیر پوپ

کے اختیارات کے، اور قیصر بغیر قیصر کے فوجی دستوں کے، بغیر کسی باقاعدہ فوج کے، بغیر اپنے حفاظتی محافظ کے، بغیر کسی محل کے، بغیر مقررہ محصولات کے۔ اگر کبھی کوئی فرد یہ کہنے کا جواز رکھتا تھا کہ اس نے الٰہی استحقاق کے تحت حکمرانی کی تو وہ محمد تھے کیونکہ ان کے پاس تمام قوت بغیر اس کے لوازمات یا آلات و اوزار کی مدد کے تھی۔ طاقت کو آراستہ پیراستہ کرنے یا اسے سنوارنے کی انہیں کوئی پرواہ نہ تھی۔ ان کی نجی زندگی کی سادگی ان کی عوامی زندگی کے عین مطابق تھی"۔

فتح مکہ کے بعد زمین کا دس لاکھ مربع میل سے زیادہ رقبہ ان کے پیروں تلے تھا۔ عرب کا آقا، اپنے جوتے خود مرمت کرتا اور موٹا اُونی لباس بھی، بکریوں کا دودھ دوہتا، جھاڑو دیتا، آگ جلاتا اور دوسرے معمولی گھریلو کام کرتا۔ سارا شہر مدینہ جہاں وہ رہتے تھے، ان کی زندگی کے آخری دنوں میں مالدار ہوگیا۔ ہر طرف سونے چاندی کے انبار لگ گئے، لیکن ان خوشحالی کے دنوں میں بھی بہت سے ہفتے گزر جاتے عرب کے بادشاہ کے باورچی خانے میں آگ نہ جلتی۔ ان کا کھانا کھجوریں اور پانی تھا۔ ان کے اہل خاندان مسلسل بہت سی راتیں بھوکے گزارتے کیونکہ انہیں کھانے کے لئے شام کو کچھ نہ ملتا۔ وہ کسی نرم بستر پر نہ سوتے تھے بلکہ کھجور کی چٹائی پر ...... لمبے مصروف دن کے بعد۔ اپنی بیشتر راتیں نماز میں بسر کرتے، اکثر اپنے خالق کے سامنے آنسو اُمڈ پڑتے کہ وہ انہیں اپنے فرائض کو ادا کرنے کی قوت عطا فرمائے۔ جیسا کہ روایات میں آتا ہے کہ رقت کے سبب آپ کی آواز رندھ جاتی اور ایسا معلوم ہوتا کہ جیسے پتیلی چولہے پر چڑھی ہو اور اُبلنا شروع ہوگئی ہو۔ وفات کے دن آپ کی ساری پونجی چند سکے تھے، جن کا ایک حصہ قرض کی ادائیگی میں صرف ہوگیا، باقی ایک ضرورت مند کو دے دیا گیا جو آپ کے گھر پر خیرات لینے آیا تھا۔ اُن کپڑوں میں جن میں آپ نے آخری سانس لی، بہت سے پیوند لگے تھے۔ وہ گھر جس سے ساری دنیا میں روشنی پھیلی، تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا کہ چراغ میں تیل نہ تھا۔

حالات بدلے مگر اللہ کا نبی نہ بدلا۔ فتح یا شکست، اقتدار یا ابتلا، تونگری یا ناداری، آپ وہی فرد تھے، وہی چلن برقرار رکھا۔ اللہ کے تمام طریقوں اور قوانین کی طرح اللہ کے پیغمبروں میں بھی کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔

مقولہ ہے "ایک راست باز انسان اللہ کا مستحسن ترین فعل ہے"۔ محمد ایک راست باز سے بڑھ کر تھے۔ آپ کی رگ رگ میں انسانیت کی اعلیٰ ترین خصوصیات رچی بسی تھیں۔ انسانی ہمدردی، انسانیت سے پیار، آپ کی روح کی موسیقی تھی۔ انسان کی خدمت کرنا، انسان کو سربلند کرنا، انسان کو پاکیزہ بنانا، انسان کو

زیورِ علم سے آراستہ کرنا ......ایک لفظ میں انسان کے اندر انسانیت پیدا کرنا۔ یہ تھا آپ کے تفویض شدہ فریضے کا ہدف، آپ کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا، خیال میں، الفاظ میں، عمل میں آپ کے الہامی اور اخلاقی جذبے کا سرچشمہ اور رواحد رہنما اصول ......، انسانیت کی فلاح و بہبود۔

آپ نمود و نمائش سے بہت زیادہ بے نیاز اور دل کی گہرائی سے بے نیاز تھے۔ کون سے خطابات تھے جو آپ نے اختیار کئے۔ صرف دو......اللہ کا بندہ اور اس کا رسول، بندہ پہلے، رسول بعد میں۔ ایک نبی اور رسول، بہت سے رسولوں کی طرح جو دنیا کے ہر خطے میں گزرے ہیں، کچھ کو ہم جانتے ہیں اور بہت سوں کو نہیں جانتے۔ اگر کوئی ان میں سے کسی ایک کو نہ مانے تو وہ مسلمان نہیں رہتا۔ یہ تمام مسلمانوں کا جزو ایمان ہے۔

ایک مغربی مصنف کا قول ہے ''اُس زمانے کے ماحول کے برعکس آپ کے ماننے والوں کی آپ کے لئے بے پناہ عقیدت دیکھ کر سب سے عجیب بات محمد کی یہ نظر آتی ہے کہ آپ نے معجزے دکھانے کی قوت کا کبھی دعویٰ نہیں کیا''۔ معجزے صادر ضرور ہوئے مگر ان کو آپ کے عقائد کی تشہیر کا ذریعہ نہیں بنایا گیا بلکہ ان کی نسبت اللہ اور اس کے محیر العقول طریقوں کی طرف کی گئی۔ وہ نہایت صفائی سے کہتے تھے کہ وہ دوسروں کی طرح ایک بشر ہیں۔ ان کے پاس زمین و آسمان کے کوئی خزانے نہیں ہیں۔ نہ ان کا یہ دعویٰ تھا کہ مستقبل کی کوکھ میں چھپے رازوں سے وہ واقف ہیں۔ یہ سب اُس زمانے میں تھا جو معجزات کا وقوع معمول سمجھا جاتا تھا۔ کسی بھی عام سی روحانی شخصیت کے حکم پر حاضر باش رہتا اور فوراً صادر ہو جاتا تھا اور جبکہ سارا ماحول عرب کا اور عرب کے باہر ماورائی مظاہر کی گرفت میں تھا۔

انہوں نے اپنے ماننے والوں کی توجہ فطرت کے مطالعے، اس کے قوانین کو سمجھنے اور اللہ کی عظمت کی قدر شناسی کی طرف مبذول کرائی۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اُس نے زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، کھیل میں نہیں بنایا اُس نے اِن سب کو نہیں بنایا، مگر سچائی کے ساتھ، لیکن بہت سے لوگ سمجھ نہیں رکھتے۔'' دنیا کوئی سراب نہیں ہے، نہ بے مقصد ہے۔ اسے سچائی کے ساتھ بنایا گیا ہے۔ قرآن کی اُن آیات کی تعداد جو فطرت کے گہرے مطالعے کی دعوت دیتی ہیں، اُن آیات سے جو نماز، روزہ اور حج وغیرہ سے متعلق ہیں، یکجا ملالی جائیں تب بھی کئی گنا زیادہ ہیں۔ اس کے زیر اثر مسلمانوں نے فطرت کا مطالعہ نہایت باریک بینی سے شروع کر دیا جس نے مشاہدے کے سائنسی جذبے اور تجربات کو جنم دیا جو یونانیوں میں ناپید تھا۔ مسلمان ماہر علم نباتات ابن بیطار نے دنیا کے تمام حصوں سے پودے جمع کرنے کے بعد علم نباتات پر جو کچھ لکھا، میئر نے اسے ''گش ڈر بوٹینکا'' میں ایک مربوط عظیم کارنامہ قرار دیا ہے۔ جبکہ البیرونی

نے چالیس سال معدنیات کے نمونے حاصل کرنے کی غرض سے سفر کئے۔ مسلمان ماہرین فلکیات نے کچھ ایسے تبصرے کئے جو بارہ سال سے زیادہ عرصے پر محیط ہیں۔ ارسطو نے علم کیمیا پر بغیر ایک بھی تجربہ کئے لکھا، اُس نے طبیعاتی تاریخ پر بھی نہایت آسانی سے تصدیق کئے جاسکنے والے حقائق بھی لاپرواہی سے بغیر جانچ کی زحمت گوارا کئے بیان کردیئے جیسا کہ انسانوں کے جانوروں سے زیادہ دانت ہوتے ہیں۔

گیلن جو قدیم علم الابدان پر ایک سند کی حیثیت سے جانا جاتا ہے، بتاتا ہے کہ نچلا جبڑا دو ہڈیوں پر مشتمل ہے۔ ایک ایسا بیان ہے جو صدیوں تک بغیر تردید کے قبول کیا جاتا رہا یہاں تک کہ عبداللطیف کے انسانی ڈھانچے کو جانچنے کی زحمت کی۔ متعدد ایسی نظیریں بیان کرنے کے بعد رابرٹ بریفالو اپنی معروف کتاب ''دی میکنگ آف ہیومینیٹی'' میں استنباط کرتا ہے کہ ''ہماری سائنس پر عربوں کا قرض نہ صرف چونکا دینے والی ایجادات اور انقلابی نظریات ہیں۔ اس سے کہیں زیادہ سائنس پر عربوں کی معاشرت کا قرض ہے، اس کا وجود ہی اُس کا مرہونِ منت ہے''۔ یہی مصنف کہتا ہے ''یونانیوں نے ضابطے بنائے، عمومیت پیدا کی اور قواعد و نظریات مرتب کئے، لیکن تحقیق کے صبر آزما طریقے، حقیقی علوم کا ذخیرہ، سائنس کے باریک اسلوب، تفصیلی اور طویل مشاہدہ، جانچ پرکھ اور تفتیش کلی طور پر یونانیوں کے مزاج کے لئے اجنبی تھی۔ جیسا کہ ہم کہتے ہیں کہ سائنس یورپ میں پروان چڑھی، تحقیق کے نئے طریقۂ کار کے نتیجے میں تجربہ، مشاہدہ، پیمائش کے ضابطوں سے، علومِ ریاضی کی ایسی ترقی سے جس سے یونانی نابلد تھے...... وہ حوصلے اور یہ اسلوب یورپی دنیا میں عربوں کے توسط سے رائج ہوئے''۔

یہی پیغمبر محمدؐ کی تعلیم کا وہ عملی مزاج ہے جس نے حصولِ علم کا جذبہ اجاگر کیا، اس نے روزمرہ کی محنت مزدوری کی حرمت قائم کی جس کو دنیاوی اعمال کہا جاتا ہے۔ قرآن بتاتا ہے کہ اللہ نے انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے مگر یہاں لفظ عبادت کا اپنا ایک مخصوص مفہوم ہے۔ اللہ کی عبادت صرف نماز تک محدود نہیں بلکہ ہر وہ عمل جو اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے کیا جائے، پر ہو وہ انسانیت کی بھلائی کے لئے، اس دائرے میں آتا ہے۔ اسلام زندگی اور اس کی ساری تگ و تاز کو تقدس بخشتا ہے بشرطیکہ وہ دیانت، انصاف اور خالص نیت کے ساتھ کیا جائے۔ وہ عرصۂ دراز سے قائم متبرک و غیر متبرک کی تفریق کو مٹاتا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ اگر آپ پاک چیزیں کھاتے اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں تو یہ عمل عبادت ہے۔ پیغمبر اسلام کی ایک حدیث یہ ہے کہ نوالہ جو کوئی اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتا ہے تو یہ نیکی کا کام ہے اور اللہ اس کا اجر دے گا، بشرطیکہ جو طریقہ کار اختیار کیا وہ جائز ہو۔ ایک شخص جو یہ سن رہا تھا پکار اٹھا ''اے اللہ کے نبی!

وہ اپنی خواہش نفس پوری کر رہا ہے، محض اپنے دل کی آرزو پوری کر رہا ہے"۔ فوراً ہی جواب آیا، اگر اس نے غیر قانونی طریقہ اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے اختیار کیا تو اُسے سزا دی جائے گی تو پھر کیوں اسے جزا نہ دی جائے جبکہ اس نے صحیح راستہ اختیار کیا"۔

مذہب کا یہ نیا تصور کہ اسے اس دنیا کی زندگی کو بھی بہتر بنانے کی کوشش کرنا چاہے، نہ کہ اس کی توجہ صرف ان امور پر مرکوز رہے جن کا اس زمین سے کوئی تعلق نہیں، اس تصور نے اخلاقی اقدار کو ایک نئی جہت عطا کی۔ اس کا مستقلاً اثر انسانوں کے روزمرہ کے عمومی تعلقات پر، عوام پر اسکی زبردست قوت، اس کا حقوق و فرائض کے تصور میں باقاعدگی پیدا کرنے کا عمل، اس کی نابلد دہقان سے لے کر دانا حکیم کے لئے یکساں طور پر موزونیت اور ضرورت کے مطابق تبدیل کر لئے جانے کی صلاحیت، پیغمبر اسلام کی تعلیمات کے مخصوص عوامل ہیں۔ لیکن یہ بات احتیاط کے ساتھ ذہن میں بٹھا لینی چاہئے کہ اچھے کام کرنے پر اصرار عقیدے کی درستگی کے منافی نہ ہو۔ جبکہ بہت سے مکتبہ ہائے فکر ہیں، کوئی اعمال سے بے پرواہ عقیدے کا دلدادہ، کوئی صحیح ایمان کی جگہ مختلف اعمال پر مصر ہے جبکہ اسلام کی بنیاد درست ایمان صحیح اعمال پر ہے۔ ذرائع اسی قدر اہم ہیں جتنا انجام اور انجام اتنا ہی اہم ہے جتنے ذرائع۔ یہ ایک مربوط وحدت ہے۔ وہ ایک ساتھ رہتے اور پھلتے پھولتے ہیں۔ انہیں الگ الگ کر دو، دونوں برباد اور فنا ہو جائیں گے۔ اسلام میں ایمان عمل سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ حقیقی علم درست عمل کا محرک ہونا چاہئے تاکہ نتائج صحیح بر آمد ہوں۔ "وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے، وہی جنت میں داخل ہوں گے"۔ کتنی ہی بار یہ الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔ بار بار پچاس مرتبہ سے کم نہیں یہ الفاظ دہرائے گئے ہیں۔ غور و فکر کی ترغیب دی گئی ہے مگر صرف غور و فکر کرنا مقصد نہیں ہے۔ وہ جو ایمان لائے اور کرے غلط کام...... ناقابل تصور۔ قدرت کا قانون جدوجہد کا قانون ہے، خیال نہیں۔ یہ انسان کے لئے دائمی ترقی کا راستہ مقرر کرتا ہے، علم سے عمل کا اور عمل سے تسکین کا۔ لیکن حقیقی ایمان ہے کیا جس سے درست عمل خود بخود آگے بڑھتا ہے اور مکمل تسکین پر منتج ہو جاتا ہے؟

اسلام کا بنیادی نظریہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ہے۔ کوئی الٰہ نہیں سوائے ایک اللہ کے، یہ مدار ہے، جس سے اسلام کی ساری تعلیم و عمل منسلک ہے، وہ لاثانی ہے نہ صرف اپنی الوہیت میں بلکہ اپنی تمام صفات میں بھی۔

جہاں تک اللہ کی صفات کا تعلق ہے، اسلام اس بارے میں، جیسا کہ دوسری باتوں میں بھی، زریں اصول اپناتا ہے۔ وہ ایک طرف اللہ کے بارے میں اس نظریے کی نفی کرتا ہے جو ذات باری تعالیٰ کو اس کی ہر صفت سے محروم تصور کرتا ہے جبکہ دوسری طرف وہ اس خیال کو بھی رد کرتا ہے جو اس کو مادی چیزوں کے مماثل ٹھہراتا ہے۔ قرآن ایک طرف کہتا ہے کوئی اس کے مثل نہیں جبکہ دوسری طرف تائید کرتا ہے کہ وہ

دیکھنے، سننے اور جاننے والا ہے۔ وہ بادشاہ ہے جو خامی یا نقص کے ہر عیب سے پاک، اس کی جبروت کا عظیم جہاز عدل و انصاف کے سمندر میں تیرتا ہے۔ وہ رحمٰن و رحیم ہے۔ وہ سب پر نگہبان ہے۔ اسلام اس مثبت بیان پر ختم نہیں کرتا، وہ مزید اضافہ کرتا ہے، جو اس کی نہایت امتیازی شان ہے...... مسئلے کا منفی پہلو، کوئی بھی دوسرا نہیں جو کسی بھی شے پر نگران ہے۔ وہ بگڑی کا بنانے والا ہے اور کوئی دوسرا بگڑی کا بنانے والا نہیں ہے۔ وہ ہر نقصان کا خواہ وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو ازالہ کرنے والا ہے۔ کوئی معبود نہیں ہے سوائے اللہ کے، بے نیاز ہے وہ۔ اجسام بنانے والا، روحوں کا خالق، روز جزا کا مالک۔ مختصراً قرآن کے الفاظ میں اسی کو سزاوار ہیں تمام اعلیٰ صفات۔

کائنات میں انسان کی حیثیت کے بارے میں قرآن کا ارشاد ہے "اللہ نے تمہارے لئے مسخر کردیا ہے جو کچھ کہ زمین میں اور کائنات میں ہے۔ کائنات پر حکمرانی تمہارا مقدر ہے۔" لیکن اللہ سے تعلق کے بارے میں قرآن کہتا ہے "اے انسانو! اللہ نے تمہیں بہترین صلاحیتیں دی ہیں اور موت اور زندگی کو بنایا ہے تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کس کے اعمال اچھے ہیں اور کون سیدھی راہ سے بھٹک گیا ہے۔

باوجود ارادے کی آزادی کے، جو اسے کسی حد تک حاصل ہے، ہر شخص مخصوص حالات میں کسی اختیار کے بغیر زندگی بسر کرتا ہے۔ اس کے بارے میں اسلام کے بموجب، اللہ کہتا ہے کہ یہ اسی طرح سے ہے۔ ہر فرد کو اپنے ارادے سے جو سب سے بہتر سمجھتا ہوں، پیدا کرتا ہوں۔ آسمانی منصوبے کا کامل ادراک فانی محدود شعور کا حامل بشر کر ہی نہیں سکتا۔ میں تمہاری خوشحالی اور مصیبت میں، صحت اور بیماری میں، بلندی اور پستی میں بھی آزمائش کروں گا۔ میرے آزمائش کے طریقے ہر فرد کے لئے لمحہ بہ لمحہ بدلتے رہتے ہیں۔ مصیبت میں ناامید نہ ہو اور غیر قانونی ذرائع نہ اختیار کرو۔ یہ محض گزر جانے والا وقفہ ہے۔ خوش حالی میں اللہ کو مت بھولو۔ اللہ کے انعامات صرف امانت ہیں، تم مستقلاً امتحان سے گزر رہے ہو، ہر لمحہ آزمائش۔ زندگی کے اس دوراہے میں یہ سوال نہیں کہ "ایسا کیوں ہے، بس گزر گزرو"۔ جینا ہے تو اللہ کے حکم کے مطابق جیو، مرو تو اسی کی راہ میں۔ تم اسے جبریت سمجھتے ہو، یہ جبریت تو تمہیں جہد مسلسل کے لئے تیار کرتی، توانائی بخشتی ہے کہ ہمہ وقت تمہیں چوکس رکھے۔ اپنی اس مادی زندگی کو، اس کرۂ ارض پر انسان کو وجود میں لانے کی غرض وغایت نہ سمجھ بیٹھو، موت کے بعد ایک زندگی ہے جو ہمیشگی کی ہے۔ حیات بعد الموت صرف ایک کڑی ہے، زندگی کے پوشیدہ حقائق کے کھلنے کا ایک دروازہ۔ زندگی میں کیا ہوا ہر عمل، خواہ وہ کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو، ایک ہمیشہ قائم رہنے والا اثر چھوڑ جاتا ہے۔ اس کا بہر طور باقاعدہ اندراج کیا گیا ہے۔ اللہ کے کچھ کام تمہیں معلوم ہیں جبکہ بہت سے تم سے پوشیدہ ہیں۔ جو کچھ تمہارے اندر چھپا ہے اور جو تم سے اس دنیا میں پوشیدہ

ہے وہ آخرت میں کھول دیا جائے گا، اور تمہارے سامنے کھلا رکھا ہوگا۔ نیکوکار اللہ کی ان نعمتوں سے لطف اندوز ہورہے ہوں گے جن کو کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا، نہ وہ انسانوں کے دلوں میں داخل ہوئیں کہ ان کا تصور بھی ابھرے۔ وہ آگے کی طرف بڑھتے جائیں گے بلند سے بلند تر عروج کے مدارج طے کرتے۔ وہ لوگ جنہوں نے اس زندگی میں عمدہ مواقع ضائع کردیئے، غیر متبدل قانون کے تحت، جیسا کہ ہر شخص کو اپنے کرتوتوں کا خمیازہ بھگتنا ہوتا ہے، اس روحانی بیماری کی پاداش میں، جو انہوں نے اپنے ہاتھوں سے کمائی ہے، ایک مسلسل اذیت ناک انجام سے گزر رہا ہوگا۔ خبردار! یہ ایک دل دہلانے والی سخت آزمائش ہے۔ جسمانی درد اذیت ہے، پھر بھی آپ کسی نہ کسی طرح برداشت کرلیتے ہیں، روحانی وبال کی پاداش میں جہنم ہے جسے آپ برداشت نہ کرسکیں گے۔ اس زندگی میں نبرد آزما ہے، نفس کے میلانات برائی کی طرف ہیں جو آپ کو بدی کی راہ پر چلنے کی تحریص کرتے ہیں۔ آگے بڑھئے، دوسرا مرحلہ جب ملامت کرنے والا نفس شعور میں بیدار ہوتا ہے اور روح اخلاقی برتری کیلئے بے چین ہوجاتی ہے اور نافرمانی کرنے سے ابا ءکرنے لگتی ہے۔ یہ آپ کو آخری فیصلہ کن مرحلے میں پہنچا دے گا جہاں روح مطمئن، اللہ سے راضی، اپنی مسرت اور شادمانی صرف اسی کی ذات میں حاصل کرتی ہوئی۔ اب روح بھٹکتی نہیں۔ کشمکش کا دور گزر گیا۔ حق کامیاب ہوا اور باطل سپر انداز۔ تمام ذہنی میلانات کا قضیہ پاک ہوگیا۔ آپ کا اندرون اپنے آپ میں منقسم نہ ہوگا۔ آپ کی ہستی اللہ کی اطاعت کے مرکز سے متصل ہوجائے گی اور کلی طور پر مشیت الٰہی کے تابع۔ تمام پوشیدہ صلاحیتیں تب آزاد ہوں گی۔ روح سکون حاصل کرلے گی۔ تب اللہ آپ سے مخاطب ہوگا "اے نفسِ مطمئنہ پلٹ اپنے رب کی طرف، تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی، شامل ہوجا میرے بندوں میں اور داخل ہوجا میری جنت میں۔"

اور یہی ہے انسان کا حقیقی مقصدِ حیات، ایک طرف کائنات کا حکمراں اور دوسری طرف اس کی روح اپنے رب کی رضا میں سکون حاصل کرے، نہ صرف یہ کہ اس کا رب اس سے راضی بلکہ وہ بھی اپنے رب سے راضی۔ رضا کلی رضا، اطمینان مکمل اطمینان، سکون پورا سکون حاصل ہوجائے گا۔ اس درجے میں پہنچ کر اللہ کی محبت اس کا کھانا بن جاتی ہے اور وہ زندگی کے چشمے سے پیتا ہے۔ حزن و ملال اس پر طاری نہیں ہوتا اور کامیابی پر متکبر ہوتا ہے اور نہ نازاں۔

تامس کارلائل زندگی کی اس حکمت سے متاثر ہوکر لکھتا ہے "اور تب اسلام بھی تو یہی ہے کہ ہم کو اللہ کی تابعداری اختیار کرنا چاہئے کیونکہ ہماری ساری قوت کا سرچشمہ اس کے سامنے بلاچون وچرا اطاعت میں ہے۔ جو کچھ بھی وہ ہمارے ساتھ کرتا ہے، جس چیز سے بھی وہ ہمیں نوازتا ہے یہاں تک کہ موت بھی، وہ

ہمارے لئے بھلائی ہوگی، ہمارے بہترین مفاد میں۔ ہم اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔ یہی مصنف مزید کہتا ہے کہ بقول گوئٹے "اگر اسلام یہ ہے تو پھر کیا ہم سب اسلام میں زندگی بسر نہیں کر رہے ہیں۔ کارلائل خود گوئٹے کے اس سوال کا جواب دیتا ہے "بیشک ہم سب کے سب جو کسی اخلاقی ضابطے کے اندر زندگی بسر کرتے ہیں، ہم سب ایسے ہی ہیں۔ یہ سب سے اونچے درجے کی دانش ہے جسے آسمان نے تا حال ہماری زمین پر (اسلام کی صورت میں) اتارا ہے۔"

محرم الحرام کے موقع پر ریڈیو سے نشر ہو کر مقبول ہونے والی دس تقاریر کا مجموعہ

خطبات محرم

سید عزیز الرحمٰن

عنوانات

توحید، رسالت، آخرت، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، فلسفۂ شہادت،
شہادت کا تسلسل، شہادت حسین رضی اللہ عنہ

صفحات : ۲۲۸ قیمت : ۱۴۰ روپے

کتاب ملک بھر میں تمام اہم مکتبوں پر دستیاب ہے

صرف ۱۰۰ روپے کا منی آرڈر بھیج کر کتاب گھر بیٹھے حاصل کریں

رابطے کے لئے: زوار اکیڈمی پبلی کیشنز۔ اے۔۴/۱۷۔ ناظم آباد نمبر ۴۔ کراچی

احسن البیان فی تفسیر القرآن

پارہ عم

سید فضل الرحمٰن

درسی خصوصیات اور نصابی تقاضوں کے عین مطابق

صفحات: ۳۸۴ قیمت: ۱۸۰ روپے

زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز

اے۔۴/۱۷، ناظم آباد نمبر ۴، کراچی۔ فون: ۶۶۸۴۷۹۰